سلسلۂ تقاریر الٓــمٓ

سُورۃ المُؤمِن

—— مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حٰمٓ ﴿﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿﴾

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ط

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ﴿﴾ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

(سُورۃُ المؤمن)

قرآن حکیم کی ان سورتوں کے بارے میں مختصر گفتگو کے بعد جن کا آغاز ایک ایک حرف سے ہوتا ہے، یعنی سورۃ نٓ، سورۃ قٓ، سورۃ صٓ، اب ہم متوجہ ہوتے ہیں قرآن حکیم کی ان سورتوں کی جانب جن کے آغاز میں دو دو حروف مقطعات آئے ہیں۔ ان کی کل تعداد ۹ ہے اور اس میں غالب اکثریت ان سورتوں کی ہے جن کا آغاز "حٰمٓ" سے ہوتا ہے۔

حروف مقطعات کے معنی اور مفہوم کے بارے میں پہلے دن کچھ بنیادی باتیں عرض کی جا چکی ہیں۔ یہاں صرف یہ نوٹ فرما لیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک حٰمٓ مخفف ہے اللہ کے نام رحمان کا یعنی پہلا حرف "ر" چھوڑ دیا گیا اور آخری حرف "ن" بھی چھوڑ دیا گیا اور درمیانی دو حروف "ح" اور "م" لے لئے گئے۔ جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے اس ضمن میں کوئی حتمی اور قطعی بات کہنا تو ممکن نہیں ہے۔ تاہم یہاں ایک معنوی ربط موجود ہے اور وہ یہ

کہ ان تمام سورتوں میں حٰمٓ کے بعد قرآن مجید کا ذکر ہے ۔ اس طرح گویا کہ وہی ربطِ معنوی سامنے آتا ہے جو سورہ رحمٰن کے آغاز میں ہے یعنی

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝

ڈاکٹر رشاد خلیفہ صاحب نے قرآن مجید کے جس حسابی نظام کی طرف اشارہ کیا ہے وہ حٰمٓ کے بارے میں بھی بالکل صحیح ہے ۔ ان تمام سورتوں میں اگر ح اور م کی تعداد جمع کی جائے تو وہ ۲۱۶۶ بنتی ہے جو ۱۹ کا ۱۱۴ سے صحیح حاصل ضرب ہے اور یہ بات بھی بہت معنی خیز ہے کہ قرآن حکیم کی کل سورتوں کی تعداد بھی ۱۱۴ ہی ہے ۔

اس سلسلۂ سوَر کی اوّلین اور متعدد اعتبارات سے عظیم ترین سورۃ سورۃ مومن ہے ، جو مصحف میں سورۃ صٓ سے ایک سورۃ کے فصل پر چوبیسویں پارے کے ربع کے بعد سے شروع ہوتی ہے ۔ اس سورۃ مبارکہ کا ایک نام سورۃ غافر بھی ہے اور یہ ۸۵ آیات پر مشتمل ہے جو ۹ رکوعوں میں منقسم ہے ۔ اس سورہ مبارکہ کے آغاز میں

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ

کے فوراً بعد تیسری آیت میں اللہ تعالےٰ کی چار شانوں کا ذکر ہے ۔ بڑے پیارے انداز میں

غَافِرِ الذَّنْۢبِ، وَقَابِلِ التَّوْبِ ، شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ

وہ گناہوں کا بخشنے والا ہے ۔ توبہ کا قبول فرمانے والا ہے ۔ البتہ سزا دینے میں بھی بہت شدید اور سخت ہے اور بہت صاحب مغفرت ، بڑا صاحب فضل ہے ۔ اور اس کے فوراً بعد توحید کا ذکر بھی ہے اور معاد کا بھی ۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

اس سورۃ مبارکہ کی آیت نمبر ۱۱ میں حقیقت حیات انسانی کے ضمن میں ایک لطیف پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے - یہ تو ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ ہماری ایک زندگی یہ دنیا کی زندگی ہے جو ہم اس وقت بسر کر رہے ہیں - اس کے بعد موت وارد ہوگی اور پھر بعث بعد الموت کا مرحلہ آئے گا اور حیات اخروی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا جو ابدی ہے لیکن حیات انسانی کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے اور وہ یہ کہ اس دنیا میں آنے سے قبل بھی انسان ایک موت کی نیند سو چکا ہے اور اس سے پہلے ایک زندگی تھی جسے وہ گذار آیا ہے - یہ زندگی عالم ارواح کی زندگی تھی - ہماری تخلیق اول، یعنی پہلی تخلیق، عالم ارواح میں ہوئی اور وہاں تمام انسانوں کی جو حضرت آدم سے لیکر اُس آخری انسان تک جو اس دنیا میں آنے والے ہیں اُن سب کی ارواح بیک وقت موجود تھیں جس کا نقشہ حدیث شریف میں کھینچا گیا ہے - الارواح جنود مجندۃ کے الفاظ میں، یہ ارواح لشکروں کی صورت میں تھیں - اور اسی دور کا واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام انسانی ارواح سے ایک عہد لیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ اعراف میں ہے - اور اسے عام طور پر عہد الست کے نام سے جانتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا -

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى

کیا میں ہی تمہارا رب اور مالک نہیں ہوں - اور ہم سب نے یہ اقرار کیا تھا "بلیٰ" پروردگار ہمیں تسلیم ہے تو ہی ہمارا رب ہے - گویا کہ انسانی زندگی کی عظمت کا ایک رُخ یہ بھی ہے - اس کی طرف اشارہ ہوا اس سورت مبارکہ کی آیت نمبر ۱ میں - جہاں اہل جہنم کی دُعا یا فریاد نقل ہوئی کہ وہ جہنم میں فریاد کریں گے -

رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا

بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ٥

"اے پروردگار ہمارے تونے ہمیں دو مرتبہ مارا، دو مرتبہ ہم پر موت وارد کی - اور دو مرتبہ ہمیں جلایا - ہمیں زندہ کیا تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا تو کیا یہاں سے بھی نکلنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں -" یہ دو موتیں اور دو زندگیاں، دو بار "اماتہ" اور دو بار "احیاء" تخلیق اول عالم ارواح میں ہوئی اور اسکے بعد ایک موت یا یوں کہیں کہ ایک نیند کا وقفہ آیا اور ہم سو گئے پھر جب جاگے تو اس عالم دنیا میں اس جسد مادی کے ساتھ اس کی "بساط ہوائے" دل پر وارد ہو گئے - اس کے بعد دوسری مرتبہ موت وارد ہوگی اور پھر دوسری مرتبہ احیاء ہوگا - اور عالم آخرہ یعنی حیات اخروی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا -

اس سورت مبارکہ میں آیت نمبر ۲۳ سے آیت نمبر ۵۰ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ماجرا بیان ہوا ہے - اور اس میں غالب حصہ قوم فرعون کے ایک مرد مومن کی تقریر کا ہے - یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوت رسالت کا آغاز فرمایا تو آل فرعون کے بعض عمائد اور بعض ذمہ دار لوگوں نے فرعون سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ موسیٰؑ کو قتل کر دیا جائے - ورنہ اس کا خدشہ ہے کہ وہ ہمارا دین بدل دے - فرعون اس وقت طاقت کے نشے میں تھا - اور ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسے کبھی کچھ محبت بھی ہو - اس لئے کہ بہر حال دونوں ایک ہی جگہ پلے بڑھے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش بھی فرعون کے محل میں کرائی تھی - بہر حال اس وقت اس نے یہ جواب دیا تھا کہ مختصر سی تعداد میں یہ لوگ ہیں - چند سر پھرے ہیں - ان سے کوئی اندیشہ نہیں ہے اور ہم ان پر پوری طرح قابو یافتہ ہیں -

لیکن بعد میں وہ مرحلہ آیا کہ خود فرعون نے یہ محسوس کیا کہ جب میں نے

مشتِ غبار سمجھا تھا اس نے بہت بڑی آندھی کی صورت اختیار کرلی جو خود میرے اقتدار کے تخت کو چیلنج کر رہی ہے۔ اس وقت اس نے اپنے دربار میں اپنے عمائد اور ارکانِ سلطنت کے سامنے تجویز رکھی۔ قرآن حکیم کے الفاظ میں

ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّہٗ

"مجھے چھوڑ دو یعنی اجازت دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں۔ وہ پکار دیکھے اپنے رب کو۔"

اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ایک مختصر بات کہہ کر معاملہ ختم کر دیا کہ تمہاری ان تمام تجویزوں اور فیصلوں کے مقابلے میں صرف اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ وَقَالَ مُوْسٰٓی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ۔ لیکن آلِ فرعون اور اُس کے درباریوں ہی میں سے ایک صاحب اٹھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت صاحبِ وجاہت ہیں۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے لیکن تاحال انہوں نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا۔ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے۔ Situation سامنے ہے کہ جس میں اپنے ایمان کا واشگاف اعلان کرنا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر جو تقریر کی اس کا سب سے پہلا جملہ بڑا ہی پیارا جملہ ہے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ

ہوش کے ناخن لو، سوچو، آخر موسیٰ کا جرم کیا ہے۔ جس پر تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو۔ کیا تم ایک شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو۔ صرف اس جرم کی پاداش میں کہ وہ یہ کہتا ہے کہ "میرا رب اللہ ہے" — ان کی تقریر کا جو اثر ہوا ہے اس کا اندازہ تو آپ بعد میں کیجئے گا۔ ذرا ذہن میں تازہ کیجئے کہ بعینہٖ یہی وہ الفاظ تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ مبارک سے نکلے تھے جب عین مسجدِ حرام میں کفارِ قریش حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ——— دست درازی کرنا چاہتے

تھے تو حضرت ابو بکرؓ آگے آئے اس وقت انہوں نے یہی الفاظ فرمائے تھے
اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ

کیا تم ایک شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو صرف اس وجہ سے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں ایک ربّ کا ماننے والا ہوں اور میرا رب اللہ ہے۔

یاد ہو گا کہ اس وقت کفار قریش نے حضور کو تو چھوڑ دیا مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو مارنا شروع کیا تو ادھ موا کر دیا اور اس وقت چھوڑا کہ جب وہ اپنی دانست میں یہ سمجھ چکے تھے کہ ان کی موت واقع ہو چکی ہے۔

بہر حال مومنِ آلِ فرعون کی تقریر کا اثر یہ ہوا کہ فرعون نے اپنے آپ کو بالکل بے بس پایا۔ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے خطاب سے تمام درباریوں پر ایک اثر قائم ہو گیا تھا ان کے دلائل سے سب کے سب قائل ہو گئے تھے اور اب فرعون جو ایک طرف تو خدائی کا دعویدار اور مطلق العنان بادشاہ تھا، لیکن اب اس کا حال یہ نظر آتا ہے کہ جیسے بالکل بے بس ہو چکا ہے۔ اس کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِیْکُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی وَمَآ اَھْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ؀

"فرعون نے کہا، لوگو! جو میری رائے تھی وہ میں نے تمہارے سامنے رکھ دی ہے۔ میری دانست میں جو کامیابی کی سبیل تھی وہ میں نے تمہارے سامنے کھول دی ہے"۔

اب اگر تم نہیں مانتے تو بہر حال اس کی ذمہ داری تو تم پر ہو گی"۔ اس کے جواب میں جو الفاظ آتے ہیں، اس مردِ مومن کے وہ یہ ہیں۔

یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَھْدِکُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ؀

"اے میری قوم کے لوگو! میرا کہنا مانو میرے پیچھے چلو۔ میں تمہیں وہ

راستہ دکھاؤں گا جو کامیابی کی طرف نکل جانے والا ہے۔ فرعون کا راستہ سبیل الرشاد نہیں ہے، کامیابی کا راستہ نہیں ہے۔ بلکہ کامیابی کا راستہ وہ ہے جو میں نے اختیار کیا ہے۔ حضرت موسیٰ ہی کی اتباع میں کامیابی کا راستہ ہے"۔ اور آخیر میں ان کا جو جملہ ہے وہ تو ہمارے ہاں ضرب المثل بن چکا ہے۔ ان کے الفاظ مبارک یہ ہیں۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ

لوگو! اس وقت ہو سکتا ہے کہ تم میری بات کو نہ مانو لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب کہ تم یاد کرو گے کہ میں نے کیا کہا تھا۔ آیا میرا مشورہ صحیح تھا یا نہیں؛ میں نے جو راستہ تمہیں دکھایا تھا وہی صحیح تھا یا نہیں؟

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○

" باقی جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ اپنے بندوں پر نگہبان ہے۔" یہ ہے تفویض الامر الی اللہ جو ایمان کا حاصل ہے کہ بندۂ مومن اپنے پورے معاملے کو اللہ کے حوالے کردے۔ بقول شاعر ؎

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○

بہرحال نتیجہ یہ نکلا کہ فرعون اپنے اس ارادے سے باز آ گیا۔ یہاں یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ قرآن مجید میں کسی انسان کی اتنی مفصل تقریر نقل نہیں ہوئی جتنی کہ اس مومنِ آل فرعون کی ہوئی ہے

اس سورہ مبارکہ میں ایک اور عظیم آیت بھی وارد ہوئی ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ۔

(آیت نمبر ٦٠)

لوگو! تمہارے پروردگار نے بس ایک ہی بات کہی ہے اور وہی بات دوٹوک اور فیصلہ کن ہے کہ میری ہی بندگی کرو، مجھے ہی پکارو، مجھ ہی سے مانگو، مجھ ہی سے دُعائیں کرو۔ وہ لوگ جو تکبر کی بنیاد پر گھمنڈ کی بنیاد پر میری عبادت سے اباء کرتے ہیں اور روگردانی کرتے ہیں ان لوگوں کو جان لینا چاہیئے کہ انہیں انتہائی ذلت اور رسوائی کے عالم میں جہنم میں داخل ہونا ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَاتَجْعَلْنَا مِنْھُمْ

اے پروردگار! ہمیں ان لوگوں میں شامل ہونے سے بچالے۔

آمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

بارك الله لى ولكم فى القرآن العظيم
ونفعنى واياكم بالآيات والذكر الحكيم

عَنْ عُثْمَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ ہے جو (خود) قرآن سیکھے اور (دوسروں) کو سکھلائے۔